بسمہ تعالیٰ

اسناد

بخاری شریف

تالیف

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ

ناشر

دار العلوم العربیۃ الاسلامیۃ ہولکمب بری، برطانیہ

DARUL-ULOOM ALARABIYA AL ISLAMIA

HOLCOMBE HALL HOLCOMBE,
LANCS, BL8 4NG, UNITED KINGDOM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے لے کر
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ تک

تالیف

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ

ناشر

دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ ہولکمب بری، برطانیہ

Darul Uloom Al Arabiya Al Islamiya
Holcombe Hall, Holcombe, Lancs, BL8 4NG
United Kingdom

نام کتاب ــــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے لیکر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ تک

تالیف ــــــ شیخ الحدیث مولا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ

طباعت ــــــ اوّل

سنہ طباعت ــــــ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء

ناشر ــــــ دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ
ہولکمب بری برطانیہ

تعداد طباعت ــــــ ایک ہزار

فہرست

صفحہ

تقریظ

فخر المحدثین جناب حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کسی بھی بات پر اعتماد اسی وقت کیا جاتا ہے جب کہ وہ مستند طریقے سے نقل کی جائے ورنہ تو اسکو افسانہ خیال کیا جاتا ہے اور اگر کسی بات کا دین وشریعت سے تعلق ہو تو اس کے نقل کرنے میں استناد کا اہتمام کرنا اور اس کا لازم ہونا ایک بدیہی امر اور ازبس ضروری ہے

اسی لئے حضرات سلف نے جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نقل کی تو سند کے ساتھ نقل کی اور یہ سلسلہ چلتا رہا اور محدثین کرام نے حدیثیں اپنی کتابوں میں مدوّن کر دیں اس کے بعد جب ان کتابوں کی نقل و روایت کا نمبر آیا تو بعد کے علماء نے بھی ان کو اپنی اسانید کے ساتھ نقل کرنے کا اہتمام کیا جس کا سلسلہ بحمد اللہ اب تک جاری ہے اساتذۂ حدیث کتابوں کے آغاز کے وقت اپنی اسانید بیان

کردیتے ہیں اور بعض لکھوا دیتے ہیں۔

عزیز گرامی قدر مولوی یوسف متالا سلمہ نے جب اپنے مدرسہ دارالعلوم ہولکمب بری میں بخاری شریف کا درس شروع کیا تو طلبہ کو اپنی سند لکھوادی اور بخاری شریف کی پہلی ثلاثی حدیث کی سند لے کر سلسلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا اور پھر ہر ایک راوی کا مختصر تعارف لکھ کر رجالِ سند کی شخصیات کو واضح کردیا تاکہ طلبہ ان سے واقف ہوجائیں

امید ہے کہ یہ رسالہ طلبہ اور بہت سے علماء کے لئے رہنما ثابت ہوگا۔ دل سے دعا ہے اللہ پاک اس کو قبول فرمائے اور نافع بنائے

محمد یونس
مظاہر علوم سہارنپور

۲۳/۶/۱۴۱۸ھ

عکسِ تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کسی بھی بات پر اعتماد اسی وقت کیا جاتا ہے جبکہ
وہ مستند طریقے سے نقل کی جائے ورنہ تو اسکو افسانہ خیال کیا جاتا ہے
اور اگر کسی بات کا دین و شریعت سے تعلق ہو تو اسکے نقل کرنے میں استناد
کا اہتمام کرنا اور اس کا لازم ہونا ایک بدیہی امر ہے اور از بس ضروری ہے
اسی لئے حضرات سلف نے جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث
نقل کی تو سند کیساتھ نقل کی اور یہ سلسلہ چلتا رہا اور
محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں مدون کر دیں اسکے بعد جب ان کتابوں کی نقل
و روایت کا نمبر آیا تو بعد کے علماء نے بھی ان کو اپنی اسانید سے نقل کرنے کا
اہتمام کیا جس کا سلسلہ بحمد اللہ اب تک جاری ہے اساتذہ حدیث
کتابوں کے آغاز کے وقت اپنی اسانید بیان کرتے رہے ہیں اور بعض
لکھوا دیتے ہیں

عزیز گرامی قدر مولوی یوسف متالا سلمہ نے جب اپنے مدرسہ دار العلوم
ہولکمب میں بھی بخاری شریف کا درس شروع کیا تو طلبہ کو اپنی سند لکھوا دی
اور بخاری شریف کی پہلی ثلاثی حدیث کی سند لیکر سلسلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچا دیا اور پھر ہر ایک راوی کا مختصر تعارف لکھکر رجال سند کی تخصیصات
کو واضح کر دیا تاکہ طلبہ ان سے واقف ہو جائیں امید ہے کہ یہ رسالہ طلبہ اور بہت
سے علماء کے لئے مفید ثابت ہوگا دل سے دعا ہے اللہ پاک اسکو
کو قبول فرمائے اور نافع بنائے

محمد یونس
ناظم مظاہر علوم
سہارنپور
۲۲-۶-۱۴۱۸

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی امام المرسلین ورسول رب العالمین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد حدیث کے طلبہ کی تفہیم کی خاطر ایک سند سیدی ومرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ سے لے کر آقائے نامدار فخر کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم تک مجمل صرف ناموں پر مشتمل لکھوادی۔ پھر خیال ہوا کہ ان سب کے مختصر احوال بھی لکھوادوں تا کہ پتہ چلے کہ ہماری سند کی کڑیوں میں کیسی عظیم الشان بحر ذخار، علوم کے ناپیدا کنار، نابغہ روز گار ہستیاں ہیں جن کے توسط سے یہ علم ہم تک منتقل ہو کر آیا اور اب ہمارے اس دور میں کس قدر ان نعمتوں سے محرومی اور صفر کا درجہ ہے اللہ تعالیٰ ماضی کی طرح حال اور مستقبل میں بھی اپنے ایسے مقبول بندے پیدا فرماوے جیسا کہ اس نے گزشتہ دور میں پیدا کئے۔ ان جیسا علم وعمل، خشیۃ وتقویٰ، قرآن وسنۃ پر استقامت اور شریعت وطریقت کی جامعیت ہمیں بھی نصیب فرماوے۔ آمین

(حضرت اقدس مولانا محمد) یوسف (متالا صاحب مدظلہ العالی)

خادم دارالعلوم ہولکمب بری

۲۷ شوال ۱۴۱۷ھ

حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا صاحب

نور اللہ مرقدہ

آپ کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو نماز عشاء کے بعد ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے اور اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب (جو تعلیم و تربیت کے سلسلے میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے) سے حاصل کی۔ شیخ کی محنت اور تعلیمی انہماک کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دوران تعلیم نوعمر شیخ کو چھ چھ ماہ تک مسجد و مدرسہ کے احاطہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت نہ آتی۔ ۷ محرم ۱۳۳۲ھ کو حدیث کی تعلیم شروع ہوئی۔ ابن ماجہ کے سوا تمام کتب صحاح اپنے والد ماجد سے ان کے مظاہر العلوم (سہارنپور) کے قیام کے زمانے میں پڑھیں۔ ان کی وفات کی بعد ترمذی اور بخاری حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی قدس سرہ سے دوبارہ پڑھیں۔

۱۳۳۵ھ میں ۲۰ سال کی عمر میں تدریس کی ابتدا کی اور جلیل القدر علماء کی موجودگی میں مدرسہ مظاہر العلوم میں صرف ۲۵ سال کی عمر میں صحیح بخاری کا درس دینا شروع کیا۔ سبھی آپکی غیر معمولی اہلیت، قوت مطالعہ اور فنی مناسبت کی بناپر آپکے گرویدہ ہوگئے۔ عمر بھر اسی کتاب کا درس دیتے رہے۔ آپ کی تدریسی زندگی ۵۴ برس پر محیط ہے جس میں سے ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۸۸ھ تک کامل ۴۲ برس آپ صرف درس حدیث ہی دیتے رہے۔ اس پورے عرصے میں آپ نے محض حسبۃ للہ درس دیا اور کوئی تنخواہ مدرسے سے وصول نہیں کی۔ آپ کے تلامذہ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ افریقہ، یورپ بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔

شوال ۱۳۳۲ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہوئے اور ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو شیخ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہاں سے

رخصت کرنے سے قبل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے بڑے اہتمام سے اپنے سر مبارک سے عمامہ اتار کر شیخ کے سر پر بندھوایا اور چاروں سلسلوں میں شیخ کو اجازت و خلافت عطافرمائی ۔شیخ پر اس وقت ایسی رقت طاری ہوئی کہ چیخیں نکل گئیں حضرت مولانا کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے ۔اس کے بعد شیخ حضرت کے حکم پر سہارنپور واپس تشریف لے آئے اور درس و افاضہ میں مشغول ہو گئے ۔ آپ اوقات کی حفاظت کا بے حد اہتمام فرماتے تھے ۔پوری زندگی کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل کا عملی نمونہ تھی ۔اتباع سنت کا نہایت اہتمام تھا ۔اپنے اکابر کے طریق سے آپکو عشق کی حد تک لگاؤ تھا ۔ آپ ان کا بے حد احترام فرماتے تھے اور ان کے قصے عبرت کے واسطے بہ کثرت سناتے ۔

آخر عمر میں مدینہ منورہ ہجرت فرماگئے اور وہیں یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء کو پیر کے روز عصر اور مغرب کے درمیان انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۔اگلی صبح روضہ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہوئے ایک صاحب نے محسوس کیا کہ گویا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ تمہارے شیخ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی گئی ہے ایسا انسان لاکھوں کروڑوں میں کوئی کوئی ہوتا ہے ۔

آپ کے مجاز خلفاء کی تعداد ۱۰۵ سے زائد ہے جو آج بھی شرق و غرب میں ہدایت کے چراغ بنے ہوئے ہیں

ابن مولانا محمد اسمعیل صاحب بانی مدرسہ کاشف العلوم تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی

مولانا محمد یحییٰ صاحب بروز پنج شنبہ غرہ محرم ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئے ۔ تاریخی نام بلند اختر تھا ۔ سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا ۔ پھر والد صاحب کے ارشاد سے

روزانہ ایک قرآن شریف صبح سے ظہر تک پڑھ لیا کرتے اور بقیہ وقت میں فارسی پڑھتے۔ عربی ادب میں مقامات حریری کے صرف نو مقامے راستہ چلتے استاذ سے پڑھنے کے باوجود عربی نظم و نثر لکھنے پر بے تکلف قادر تھے

شوال ۱۳۱۱ھ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے دورہ حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ یہ حضرت کی تدریس کا آخری سال تھا۔ اسکے بعد بارہ سال حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال تک حضرت کی خدمت میں رہے۔ اسکے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے ارشاد پر مظاہر علوم میں درس حدیث کے لئے ۱۳۲۸ھ میں تشریف لے آئے اور ساڑھے پانچ سال بلا معاوضہ درس حدیث دیتے رہے۔ قرآن پاک سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے کہ" میرٹھ ایک مرتبہ رمضان میں قرآن سنانے کیلئے تشریف لائے تو دیکھا کہ دن بھر میں چلتے پھرتے قرآن مجید ختم فرمالیتے تھے۔ افطار کے وقت ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔" دس ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کو چھیالیس سال کی عمر میں انتقال ہوا اور سہارنپور کے قبرستان حاجی شاہ میں مدفون ہوئے۔

قطب الارشاد حضرت

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

آپ ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ میں گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے ماموں مولانا محمد تقی اور مولانا محمد بخش رائپوری سے پڑھ کر دہلی تشریف لیگئے اور وہاں قاضی احمد الدین جیلمی اور مولانا شیخ عبد الغنی سے تعلیم حاصل کی اسکے بعد ماموں کی لڑکی خدیجہ نامی خاتون سے شادی ہوئی۔ پھر ایک سال مین قرآن حفظ کیا اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے طریقت کی تحصیل کی اور گنگوہ میں تدریسی سلسلہ شروع فرمایا انگریزوں نے ۱۲۷۶ھ میں گرفتار کر کے مظفر نگر جیل میں چھ ماہ تک رکھا۔ رہا ہونے کے بعد تدریسی سلسلہ جاری رہا۔ اسکے بعد ۱۲۹۴ھ میں اپنے خدام، مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا محمود الحسن وغیرہ کے ہمراہ ۱۲۸۰ھ میں حجاز کا سفر کیا اور وہاں حضرت شیخ عبد الغنی اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں بھی رہے۔

آپ نے ۱۲۹۹ھ میں تیسرا آخری حج بھی کیا۔ اسکے بعد آخری دم تک گنگوہ میں صحاح ستہ کا درس دیتے رہے اسطرح کہ پہلے ترمذی پھر ابوداؤد، صحیح بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ ایک ساتھ میں ختم کراتے۔ اس درسی تقریر کو آخری سال میں حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے اثنائے درس ہی میں اردو سے عربی میں قلم بند کیا جو کوکب اور لامع کے نام سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے طبع کرائے۔

جمعہ کی اذان کے بعد ۸ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ میں آپکا وصال ہوا۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے تھے کہ "امام ربانی چاروں مذاھب کے فقیہ تھے۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو چاروں مذاھب کا ماہر ہو"

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب

مجددی مہاجر مدنی ابن شیخ ابو سعید مجددی مہاجر مدنی

آپ کی ۱۲۳۵ھ میں دہلی میں ولادت ہوئی۔ اپنے مقام پر ہی ابتدائی تعلیم اور قرآن پاک کے حفظ کی تکمیل کی اور کتب حدیث اپنے والد شیخ ابو سعید سے، صحیح بخاری شاہ محمد اسحاق صاحب سے اور مشکوۃ شیخ مخصوص اللہ سے پڑھی پھر دوبارہ صحیح بخاری علامہ عابد سندھی مدنی سے پڑھی۔ آپ کو شیخ اسمعیل رومی اسلامبولی سے بھی حدیث کی اجازت ہے۔ اپنے والد محترم سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر اکتساب فیض کیا اور خلافت و اجازت پائی۔ سنن ابن ماجہ پر "انجاح الحاجہ" آپکا حاشیہ مشہور ہے۔ دہلی میں درس حدیث دیتے رہے مگر انگریزوں کی آمد کے بعد حجاز مقدس ہجرت کر گئے اور حرمین میں بھی یہی شغل رہا تا آنکہ ۱۲۹۶ھ کو غرہ محرم میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپکے شاگردوں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مشہور ہیں

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی

ابن مولانا محمد افضل فاروقی

آپ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے بڑے نواسے ہیں۔ تقریباً ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین فاروقی ہیں۔ تعلیم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب سے حاصل کی۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے قادری سلسلے میں بیعت تھے اور ۲۰ برس تک شاہ عبدالعزیز صاحب کی نگرانی میں اور اسکے بعد بھی مدرس رہے۔ ۱۲۴۰ھ اور ۱۲۴۱ھ کے سفر حج میں شیخ عمر بن عبدالکریم مکی سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل کی اور واپسی کے بعد بھی مدرسہ رحیمیہ میں ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء تک شغل تدریس رہا اسکے بعد مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے۔ حرم مکی میں چار سال سے زیادہ عرصہ تدریس میں گذار کر رجب ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا اور جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک پیشین گوئی صاحب اتحاف النبلاء نے نقل کی ہے کہ "دو شخص ایسے پیدا ہونگے جو سالہاسال تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں احیائے علوم دین کریں گے وہیں سکونت اختیار کرلیں گے۔ ماں کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب ہم سے وابستہ ہو گا" اس پیشین گوئی کا مصداق شاہ محمد اسحاق صاحب اور شاہ محمد یعقوب صاحب ہیں۔

آپکی محویت اور استغراق اس درجہ تھی کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی پوچھتے کہ "اس وقت مدرسہ میں کون ہے؟" خدام کہتے فلاں ہیں تو فرماتے "خیر۔" اگر کوئی کہتا کہ یہاں اسحاق ہیں تو فرماتے کہ "مدرسے کی حفاظت کا انتظام کرو۔ اسحاق کے بھروسے نہ رہو اسباب تو اسباب کوئی مدرسے کی دیواریں بھی اٹھا کر لے جائیگا تب بھی اسے خبر نہ ہو گی۔" جب انہیں دیکھتے تو شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے "الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق"

حضرت مولانا شاہ ابو سعید مجددی

خلیفہ حضرت شاہ غلام علی

آپ کی ولادت ۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو رامپور میں ہوئی۔ آپ حفظ و قراءت قرآن پاک میں یکتا تھے کہ دور دور سے مشتاقان سفر کر کے آتے ۔ آپ نے پہلے قادری سلسلے میں حضرت شاہ درگاہی سے بیعت کی پھر شاہ غلام علی سے نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور خلافت پائی ۔ حضرت شاہ غلام علی کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ۔ زیارت حرمین شریفین حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور ۱۲۵۰ھ میں عید کے دن ہفتے کے روز ٹونک میں وفات پائی اور حضرت شاہ غلام علی کی خانقاہ میں ان کے پہلو میں مدفون ہوئے

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

محدث دہلوی

آپ کی ولادت ۱۱۵۹ھ میں ہوئی ۔ تاریخی نام غلام حلیم تھا۔ آپکی تعلیم و تربیت والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے ہوئی یہاں تک کہ طریقت میں والد صاحب کی طرف سے خلافت پائی آپکی عمر سولہ سال کی تھی جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ۱۱۷۶ھ میں انتقال ہوا اور آپ نے والد مرحوم کی مسند رشد وہدایت کو زینت بخشی ۔ درس و تدریس، تذکیر و وعظ اور افتاء ورد باطل آپکا عمر بھر کا خصوصی مشغلہ رہا۔ آپکی نرینہ اولاد نہیں تھی تین لڑکیاں تھیں جو آپکی زندگی ہی میں فوت ہو گئیں۔ آپ نے ۷ شوال ۱۲۳۹ھ بروز یکشنبہ کو بوقت طلوع آفتاب انتقال فرمایا آپ کی نماز جنازہ پچپن بار پڑھی گئی اور والد صاحب کے قریب قبرستان مہدیاں دہلی میں مدفون ہوئے ۔ آپ کی فتاوی کے علاوہ متعدد تصانیف حدیث و تفسیر اور رد شیعیت وغیرہ میں ہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں آپکی رباعی مشہور ہے

یاصاحب الجمال ویا سید البشر　　من وجھک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقہ　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپکی ولادت کیوقت متعدد بزرگ اولیاء کو مسجد میں دعا کیلئے بٹھا دیا گیا چنانچہ ولادت کے بعد غسل دے کر مسجد کے محراب میں رکھ کر اللہ کی نذر کر دیا گیا۔ وہاں سے ان معتکف بزرگوں نے اٹھا کر والدین کو دیا۔ اسلئے آپکا بچپن میں لقب "مسیتا" تھا۔ آپکا بیعت لینے کا طریق یہ تھا کہ سلاطین کو چشتیہ میں اور عوام کو نقشبندیہ میں بیعت کرتے تھے۔ جبکہ شاہ اسحق، شاہ یعقوب، شاہ اسماعیل شاہ مخصوص اللہ وغیرہ اعزہ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

محدث دہلوی رحمہ اللہ

آپکی ولادت بدھ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو طلوع آفتاب کے وقت ہوئی۔ ۳۲ واسطوں سے آپکا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ہے آپ کو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے اجازت و خلافت حاصل تھی جن کے انتقال کے وقت آپکی عمر صرف سترہ برس تھی۔ والد کے علاوہ آپ نے حضرت شیخ ابوطاہر مدنی سے بھی خرقہ پایا۔

آپ نے ۱۱۴۳ھ میں زیارت حرمین شریفین اور حج کی سعادت حاصل کی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ نے بہت سے علماء ومشائخ کی صحبت اختیار کی اور ان سے احادیث کی سندیں حاصل کیں۔ شیخ ابوطاہر محدث مدینہ منورہ فرمایا کرتے تھے کہ "(شاہ) ولی اللہ (صاحب) مجھ سے الفاظ کی سند لیتے ہیں اور میں ان سے معانی کی تصحیح کرتا ہوں"

آپ عمر بھر علوم عقلی و نقلی کی تدریس میں مشغول رہے آپ نے بہت سی کتب لکھیں۔ مزاج میں سادگی انتہا درجہ کی تھی۔ آپکا وصال ۱۹ محرم ۱۱۷۶ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہندوپاک کے تمام محدثین کو ان کے سند حدیث کی بابت لکھا اور ان کے جوابوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ اہل ہند کی تمام اسناد حدیث میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا نام ضرور آتا ہے

شیخ ابوطاہر کردی

آپکی ولادت پنجشنبہ یا جمعہ ۲۱ رجب ۱۰۸۱ھ میں ہوئی اور ۹ یا ۴ رمضان المبارک ۱۱۴۵ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ نام محمد عبدالسمیع، ابوطاہر کنیت اور جمال الدین لقب ہے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کے حصول کے بعد شیخ برزنجی، شیخ عجیمی وغیرہ سے سماع حدیث کیا اور حرم نبوی میں درس دینا شروع کیا نیز طریقت میں اپنے والد ماجد سے خلافت بھی پائی۔ علمائے ہند میں سے شیخ عبداللہ لاہوری، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ذریعے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علوم سے بھی استفادہ کیا نیز شیخ سعید کوکنی سے بھی پڑھا بالخصوص فتح الباری ان سے پڑھی۔ آپ کو علوم شرعیہ کے علاوہ منطق، حساب، جبر اور مقابلہ وغیرہ میں بھی مہارت تھی۔ آپکی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کی ۷۰ کے قریب جلدیں تھیں جن میں فصوص الحکم کی شروح بھی ہیں۔

شیخ ابراہیم بن حسن

کردی کورانی

ولادت ۱۰۲۵ھ بمطابق ۱۶۱۶ء میں ہوئی۔ کردستان کے پہاڑی علاقے شہرزور میں آپ نے نشوو نما پائی اور اپنے علاقے کے علماء سے عربیت، اصول، بیان، تفسیر وغیرہ کے حصول کے بعد سماع حدیث کیلئے حرمین اور مصر و شام کا سفر کیا۔ آپ نے اپنے مشائخ کا ذکر "الامم لقود الحکم" میں خود کیا ہے اور ہر ایک کے حالات لکھے ہیں۔ آپ نے شیخ احمد قشاشی سے خصوصی طور پر حدیث میں استفادہ کیا۔ نیز راہ سلوک طے کر کے ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تصوف وسلوک کا مذاق اپنے بغداد کے دو سالہ قیام کے دوران حضرت پیران پیر کے مزار پر بکثرت حاضری کے ذریعے پیدا ہوا۔

آپنے مدینہ منورہ میں ۲۸ جمادی الاولی ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی ۔ بقیع میں مدفون ہوئے ۔ علامہ عابد سندھی "حصر الشارد" میں فرماتے ہیں کہ آپ جامع بین المنقول والمعقول تھے نیز ابن عربی، جیلی، قاشانی ، قونوی اور قیصری کی کتب حقائق کے ماہر تھے ۔ پچاسوں تالیفات آپنے یاد گار چھوڑیں جن میں حدیث کی "کتاب الامم" اور "الکفایہ" مشہور ہیں ۔

شیخ احمد بن محمد قشاشی

ابن عبدالنبی ابن شیخ احمد الدجانی

دجانہ بیت المقدس کے قریب ایک جگہ ہے اس کی طرف آپ منسوب ہیں ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی تو یونس تھا مگر انہیں عبدالنبی اسلئے کہتے تھے کہ وہ لوگوں کو اجرت دیکر مسجد بٹھاتے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہیں ۔ سو کے قریب مشائخ سے آپ نے استفادہ کیا اور تلقین کی اجازت و خلافت پائی ۔ آپکو اپنے والد محترم سے بھی خرقہ ملا ۔ آپ نے ایک مرتبہ خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پورا قرآن مجید سنایا ۔ ۱۰۷۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے ۔ فضائل درود شریف ، زیارت مدینہ منورہ اور وحدت الوجود کے علاوہ تصوف کے موضوع پر آپکی متعدد تصانیف ہیں

شیخ احمد بن علی بن عبد القدوس

بن محمد عباسی شناوی

آپ علم شریعت وطریقت کے جامع تھے آپ کے اساتذہ میں آپکے والد کے علاوہ سید غضنفر، شیخ محمد بن ابوالحسن او ربالخصوص علم حدیث میں شیخ شمس الدین رملی ہیں اور طریقت میں

اپنے والد سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ان کے بعد شیخ صبغۃ اللہ بن روح اللہ سندھی سے روحانی استفادہ کیا اور خلافت پائی۔ شیخ غوث گوالیاری کی مشہور کتاب جواہر خمسہ پر آپکا حاشیہ بھی ہے اور سیرت کے مبارک موضوع اور تصوف پر آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔
۸ ذی الحجہ ۱۰۲۸ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور بقیع غرقد میں اپنے شیخ سید صبغۃ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

بن حمزہ الرملی

اسم گرامی محمد، شمس الدین لقب اور الشافعی الصغیر عرف تھا۔ ولادت ۔جمادی الاولیٰ ۹۱۹ھ میں منوفہ (مصر) میں ہوئی۔ اولاً قرآن مجید یاد کیا۔ تمامتر تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حدیث کی سند آپ کو شیخ زکریا انصاری اور شیخ برہان الدین ابی شریف سے بھی حاصل ہے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد انکی مسند درس پر متمکن ہوئے۔ آپ کے تفسیر، حدیث اور فقہ کے دروس میں وقت کے نامور علماء بھی استفادہ کی غرض سے شریک ہوتے آپ کئی مدارس کے متولی رہے۔ آپکی جلیل القدر علمی اور عملی خدمات کی وجہ سے شیخ شلی اور بعض علماء نے آپ کا شمار مجددین میں کیا ہے۔ یکشنبہ ۱۳۔جمادی الاولیٰ ۱۰۰۴ھ کو مصر میں انتقال ہوا۔

شیخ زین الدین زکریا

بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری

۸۲۳ھ میں سنیکہ (جو مصر کا ایک چھوٹا سا شہر ہے) میں پیدا ہوئے اور یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن کریم اور فقہ کی چند ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد ۸۴۱ھ میں قاہرہ آئے اور کچھ عرصہ ٹھہر کر وطن واپس لوٹ گئے۔ کچھ مدت کے بعد دوبارہ قاہرہ آئے اور جامع ازہر میں ٹھہر کر علوم اسلامیہ کی تحصیل میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ اس دور کے متعلق خود فرماتے تھے کہ "جامع ازہر میں اکثر بھوکا رہتا ناچار رات کو نکلتا اور تربوز کے چھلکے تلاش کرتا جو وضو کی جگہ کے قریب مل جاتے انہیں دھوتا اور کھا کر پیٹ بھرتا اسی طرح کئی برس گذر گئے" تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور ادب کی تعلیم اس دور کے نامور علماء سے حاصل کی اور کم و بیش ڈیڑھ سو محدثین سے روایت حدیث کی اور سینکڑوں علماء سے درس و تدریس اور افتاء کی اجازت حاصل کی۔ طریقت میں آپ کو متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی جن میں شیخ ابوالعباس احمد بن علی الاتکاوی، شیخ ابو الفتح محمد بن احمد الغزی، شیخ ابو حفص عمر بن علی النبتیتی، شیخ احمد بن الفقیہ الدمیاطی اور شیخ زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن ابن علی التمیمی شامل ہیں۔ بعد ازاں درس و تدریس شروع کی اور نہایت خوشحال زندگی بسر کی۔ عہدہ قضا پر تقرر تین ہزار درہم یومیہ پر ہوا۔ اسکے بعد نہایت عظیم الشان مناصب پر فائز ہوئے۔ شاہ مصر اشرف قایتبائی کی نظر میں موصوف کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ ۸۸۶ھ میں ملک موصوف نے آپ کو قاضی القضاۃ بنادیا۔ شیخ اس منصب پر بیس برس فائز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کے علم و عمل، مال و دولت اور عمر ہر چیز میں برکت عطا فرمائی تھی۔ جس فراوانی سے خدا تعالیٰ نے دیا تھا اسی طرح دل کھول کر راہ خدا میں دیتے اور اس طرح کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی پتہ نہ چلتا بعض ناداروں کا یومیہ اور ماہانہ تک مقرر تھا۔ عمر سو سال سے تجاوز کر گئی لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ بیماری میں بھی نوافل کھڑے ہو کر ادا کرتے۔ آپ نے شرح تفسیر بیضاوی، شرح بخاری و مسلم وغیرہ متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ آپکا حلقہ درس نہایت

وسیع تھا ہزاروں طالبان حدیث نے آپ سے استفادہ کیا۔
بروز سہ شنبہ ۲ ذیقعدہ ۹۲۶ھ کو رحلت فرمائی۔ عمر مبارک ۱۰۳ برس تھی۔ شیخ عبداللہ بن عمر بامخرمہ نے آپ کو دسویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی

ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی ۲۲ شعبان ۷۷۳ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔ طلب علم کیلئے اولاً اسکندریہ اور بعد ازاں شام، حلب، حجاز، اوریمن وغیرہ بلاد اسلامیہ میں تشریف لے گئے اور ایسی محنت سے تحصیل علوم کی کہ خود اساتذہ ومشائخ آپکی جلالت شان کے قائل ہوگئے اور آپکو اپنے اوپر ترجیح دینے لگے۔
آپ وقت کی بہت حفاظت فرماتے تھے۔ کسی وقت فارغ نہ بیٹھتے بلکہ مطالعہ، کتب، تصنیف وتالیف اور عبادت میں سے کسی ایک کام میں مشغول رہتے۔ اللہ پاک نے آپ کے اوقات میں بہت برکت عطا فرمائی تھی۔ آپ کو نظم ونثر پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے جن میں سے اکثر ضخیم اور متعدد جلدوں پر مشتمل اور نہایت مفید علوم سے لبریز ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری آپ ہی کی تصنیف ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ امام بخاری کی الجامع الصحیح کی شرح امت پر قرض تھی جو آپ نے فتح الباری لکھ کر ادا کر دیا ہے۔ آپ کی جملہ تصانیف کو آپ کی حیات ہی میں قبول عظیم حاصل ہوا اور وہ اہل علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ آپ کے علم واوقات میں یہ برکت اور تصانیف کی مقبولیت حضرت شیخ صناقبری کی (جو مشہور صاحب کرامات ولی تھے) دعاء کی برکت تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی ایک دن وہ اسی شکستہ دلی کی حالت میں شیخ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ نے فرمایا کہ تمہاری پشت سے ایک فرزند پیدا ہو گا جو اپنے علم سے دنیا کو مالامال کر دے گا۔
آپ کی وفات ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ سینچر کی شب کو قاہرہ (مصر) میں ہوئی اور قرافہ صغریٰ میں مدفون ہوئے۔

محدثین میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا اپنی زندگی میں آپ امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے ۔ آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اہل ایمان پر خدا تعالیٰ کے احسانات میں سے دولت ایمان کے بعد سب سے بڑا احسان حافظ ابن حجر کا وجود ہے ۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ علم حدیث کے ایسے بلند مرتبے پر فائز ہیں کہ اس مرتبے پر آپ کے بعد کوئی نہ پہنچ سکا اور علم حدیث میں مشرق و مغرب کا مدار آپ پر ہی ہے ۔ آپ کے بعد جو شخص علم حدیث حاصل کرنا چاہے وہ آپ کی کتب سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

۷۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں تعلیم و تربیت پائی ۔ الرضی ، ابو حیان اندلسی اور ابن السراج جیسے علماء کی شاگردی اختیار کی ۔ جن شیوخ سے آپ کو روایت حدیث کی اجازت ہے ان کی تعداد چار سو سے متجاوز ہے ۔ حدیث میں آپ کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جن سے ان کے اساتذہ بھی روایت کرتے تھے ۔ چنانچہ حافظ ذہبی جیسے اساتذہ نے بھی آپ سے روایت کیا ہے

اخیر عمر میں بعض عوارض کی وجہ سے زبان موٹی ہوگئی تھی ۔ پھر بینائی بھی جاتی رہی جس کی وجہ سے "برہان الشامی الضریر" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے ۔ حدیث بھی تب کم سناتے حافظ ابن حجر آپ کے متعلق لکھتے ہیں "مجھے ایک زمانہ تک آپ کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے میں نے ان سے خوب استفادہ کیا ۔ انہوں نے میرے حق میں دعا بھی کی تھی جس کے آثار اب محسوس کرتا ہوں ۔ جب میں مکہ معظمہ میں تھا اس زمانے میں ۸ جمادی الاولیٰ ۸۰۰ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

ابو العباس

شیخ احمد بن ابی طالب الحجار

۶۲۴ھ سے قبل پیدا ہوئے اور ۶۳۰ھ میں دمشق میں محدث زبیدی سے صحیح بخاری کا سماع کیا
بعد ازاں اس عہد کے نامور محدثین جیسے ابن اللتی، قطیعی، ابن روزبہ اور جعفر بن علی سے
حدیثیں سنیں۔ پھر درس حدیث دینا شروع کیا۔ عمر نہایت طویل پائی تھی۔ مختلف
بلاد اسلامیہ دمشق، قاہرہ، حماۃ اور بعلبک وغیرہ میں ساٹھ مرتبہ صحیح بخاری پڑھائی۔ سرخی مائل
بھورا رنگ تھا۔ بڑھاپا دیر سے ظاہر ہوا۔ باہمت صاحب فہم و فراست تھے۔ سلطان الملک الناصر
نے بھی ان سے حدیث کا سماع کیا۔ حفاظ حدیث ان پر ٹوٹتے پڑتے تھے اور دور دراز شہروں
سے سفر کر کے ان کے پاس پہنچتے۔ شیخ محب الدین المحب نے وفات سے ایک دن پہلے ان
سے صحیح بخاری شریف پڑھنا شروع کی اور پھر دوسرے دن جو ان کی وفات کا دن تھا ختم
تک پڑھی اور عصر کے قریب آپکا انتقال ہو گیا۔ یہ پیر کا دن اور صفر المظفر ۷۳۰ھ کی پچیس
تاریخ تھی۔

شیخ حسین بن المبارک

ابن محمد بن یحییٰ بن علی الزبیدی البغدادی الحنفی

آپ مذاہب فقہیہ کے وسیع النظر عالم اور روایت حدیث کے مستند شیوخ میں سے تھے۔ ۵۴۵
یا ۵۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اولاً مختلف قراءتوں کے ساتھ قرآن مجید پڑھا اور پھر علوم وفنون
کی تحصیل کی آپ کو لغت اور قراءت کے علاوہ ادب میں بھی بہت مہارت حاصل تھی۔ اپنے
دادا شیخ ابو الوقت ابوزرعہ اور ابوزید حموی سے حدیث و فقہ پڑھی اور ان میں بصیرت پیدا کی۔
بغداد، دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں درس حدیث دیا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث

سنی اور حفاظ کی ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں "البلغہ فی الفقہ" اور لغت اور قراءات کے متعلق متعدد منظومات شامل ہیں
۲۲ صفر ۶۲۱ھ میں انتقال ہوا اور جامع منصور (بغداد) کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

شیخ عبد الاول بن عیسیٰ السجزی

حافظ ذہبی آپکا ذکر نہایت بلند الفاظ میں کیا کرتے تھے۔ ۴۵۸ھ میں ولادت ہوئی اور ۴۶۵ھ میں صرف سات سال کی عمر میں حدیث کے درس میں شریک ہوئے۔ آپ نے محدثین کی ایک بڑی جماعت سے استفادہ کیا بعد ازاں مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور عالم اسلام کے مختلف بلاد وامصار میں درس حدیث دیا۔ درس حدیث میں آپ کو غیر معمولی شہرت حاصل تھی آپ کثرت سے تلاوت کرنے والے، بڑے ذاکر، تہجد گذار اور خوف خدا سے بہت زیادہ آہ وبکا کرنے والے تھے۔ علم حدیث کی تحصیل کے دوران آپ نے بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ابھی میری عمر دس سال بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے اپنے والد کے ہمراہ ہرات سے بوشنج کا پیدل سفر علم حدیث کی خاطر کیا اسطرح کہ میرے والد ماجد (جو اپنے لخت جگر کی تربیت کے متعلق بہت فکرمند رہتے تھے) دوران سفر میرے دونوں ہاتھوں پر پتھر رکھتے اور فرماتے کہ چلو۔ میں اس حال میں ان کے ڈر کے مارے چلتا اس دوران وہ مجھ پر گہری نظر رکھتے پھر جب محسوس کرتے کہ میں تھک گیا ہوں تو فرماتے کہ ایک پتھر پھینک دو اب کچھ بوجھ ہلکا ہو چکا ہوتا میں پھر چلتا تا آنکہ وہ محسوس کر لیتے کہ میں ایک پتھر اٹھانے سے بھی عاجز ہو چکا ہوں تو پوچھتے کہ کیا تھک گئے؟ میں ڈر کے مارے نفی میں جواب دیتا تو وہ ڈانٹتے کہ "پھر چال میں یہ سستی کیسی؟" میں ڈر کے مارے تیز چلتا اور جب بالکل تھک جاتا تو وہ پتھر مجھ سے لیکر پھینک دیتے پھر میں چلتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب وہ محسوس کرتے کہ اب میرے لئے مزید برداشت ممکن نہیں تو وہ مجھے اٹھا کر کندھے پر سوار کر لیتے اور چلتے رہتے۔ دوران سفر ہمارا گذر جب کسی بستی پر ہوتا تو وہاں کے لوگ میرے والد

صاحب کو پیشکش کرتے کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم آپ کو بوشنج تک سواری پر چھوڑ آئیں؟ والد صاحب جواب میں فرماتے کہ "میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی تحصیل کیلئے سوار ہو کر جاؤں۔ رہا میرا یہ بچہ تو جب یہ تھک جائے گا تو میں اسے خود اپنے کندھوں پر سوار کر لونگا"

منگل کی رات چھ ذیلقعدہ ۵۵۳ھ کو ۹۵ برس کی عمر میں دار فانی کو الوداع کہا اور شونیزیہ میں دفن ہوئے۔ اس سال آپکا ارادہ سفر حج کا تھا جس کیلئے تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ وفات سے پہلے وصیت کی کہ مجھے میرے مشائخ کے قدموں میں دفن کرنا۔ وفات کے وقت بڑے ذوق وشوق سے ذکر کر رہے تھے آنکھیں بند تھیں۔ کسی نے حدیث پڑھی "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" سنا تو آنکھیں کھول دیں اور فرمایا "یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین" حاضرین یہ سن کر مبہوت رہ گئے آپ اسی حال میں تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ سورہ ختم کی اور اللہ، اللہ، اللہ کہتے ہوئے جاں جان آفریں کو سپرد کر دی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

بن محمد الداؤدی

ربیع الاول ۳۷۴ھ میں ولادت ہوئی۔ شیخ ابو علی فجروی سے ادب، ابو بکر المروزی، ابوالطیب صعلوکی، ابو حامد اسفرائینی اور فقیہ ابو سعید بحر بن منصور سے نیشاپور، بغداد اور بوشنج میں فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابو علی الدقاق اور ابو عبدالرحمن سلمی سے تصوف کی تعلیم حاصل کی اور ان حضرات کی صحبتوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔ بعد ازاں متعدد محدثین کے احادیث کے دروس میں شریک ہوئے۔ جب مسند درس پر رونق افروز ہوئے تو نہ صرف حدیث بلکہ فقہ وادب کے طالبین کی علمی پیاس بھی بجھاتے رہے۔ آپ کو نظم ونثر پر یکساں قدرت تھی۔ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے اور ان سب مصروفیات کے ساتھ بڑے ذاکر وشاغل تھے ہونٹ ہمیشہ

ذکرالہی کیوجہ سے متحرک رہتے۔ ایک مرتبہ لبیں تراشنے کیلئے حجام نے عرض کیا کہ ذراخاموش ہو جائیے ہونٹوں کو حرکت نہ دیجئے تو فرمایا کہ "وقت کی رفتارروک لو میں ذکر روک دوں گا"

آپ نہایت پرہیز گار تھے۔ جب ترکمانوں نے خراسان لوٹا تو آپ نے چالیس برس تک گوشت صرف اسلئے نہ کھایا کہ کہیں مویشی لوٹ مار کے نہ ہوں اور صرف مچھلی پر گذر کی اور جب ان کو بتایا گیا کہ نہر کے جس کنارے سے مچھلیاں شکار کی جاتی ہیں وہاں ان کے سرداروں نے کھانا کھایا تھا اور جو بچ رہا وہ اس میں پھینک دیا تو آپ نے مچھلیاں کھانا بھی بند کر دیں۔ شوال ۴۶۷ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں رحلت ہوئی اور بوشنج میں دفن کئے گئے۔

شیخ عبداللہ بن احمد السرخسی

۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی۔ اس عہد کے اکابر محدثین سے سماع کیا۔ فربری کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے اور "راوی صحیح بخاری" کے لقب سے مشہور تھے۔
اٹھاسی سال کی عمر میں ماہ ذی الحجہ ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد بن یوسف الفربری

۲۳۱ھ میں ولادت ہوئی علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد ارباب کمال سے احادیث کا سماع کیا امام بخاری سے صحیح بخاری دو مرتبہ سنی۔ اولاً ۲۴۸ھ میں اپنے وطن فربر میں، بعد ازاں ۲۵۲ھ میں مصنف کے وطن بخارا میں۔ امام بخاری کے شاگردوں میں آپکا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ بقول صاحب شذرات الذہب امام بخاری سے روایت کرنے والوں میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ آپ ثقہ اور پرہیز گار تھے۔ ۸۹ سال کی عمر میں ۳ شوال ۳۲۰ھ کو انتقال ہوا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن بردزبہ الجعفی ہے۔ ولادت بروز جمعہ ۱۹۴ھ ۱۳ شوال کو بخارا میں ہوئی

آپکے جد امجد بردزبہ آتش پرست تھے البتہ مغیرۃ نے آبائی دین چھوڑ کر یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بخارا منتقل ہو گئے۔ امام بخاری کے والد ماجد اسمٰعیل حضرت امام مالک اور حماد بن زید کے شاگردوں میں ہیں۔ ان کی زندگی ایسی صاف ستھری تھی کہ مرتے وقت فرمایا کہ میرے ترکہ میں کوئی مشتبہ مال بھی نہیں۔ صغر سنی میں والد ماجد کے انتقال پر آپ کی یتیمی کا زمانہ والدہ ماجدہ کے زیر تربیت گذرا۔ بچپن میں آپکی بینائی کسی بیماری کی وجہ سے چلی گئی تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے آپکی والدہ ماجدہ کو خواب میں بینائی لوٹ آنے کی بشارت دی اٹھ کر دیکھا تو یہ خواب حقیقت تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ دس سال یا اس سے بھی کم سنی میں مجھے حفظ حدیث کا الہام ہوا۔ یہاں تک کہ آپ محدث داخلی کے درس میں آنے جانے لگے اور گیارہ سال کی عمر میں دوران درس استاذ داخلی کی ایک سند کی غلطی کی نشان دہی فرمائی کہ وہ پڑھ رہے تھے "سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم" امام بخاری نے عرض کیا کہ "ابو الزبیر ابراہیم سے روایت نہیں کرتے بلکہ یہ الزبیر بن عدی عن ابراہیم ہے"۔ چنانچہ استاذ نے اصل کی طرف مراجعت کی تو اشکال کو درست پایا اور اپنی کتاب کی اصلاح کی۔ سولہ سال کی عمر میں آپ نے عبداللہ بن المبارک اور وکیع کی کتابیں حفظ کر لی تھیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی احمد جو عمر میں آپ سے بڑے تھے ان کے ساتھ غالباً ۲۱۰ھ میں سفر حج فرمایا۔ حج سے فراغت پر والدہ ماجدہ اور بھائی واپس لوٹ آئے۔ آپ کے بھائی احمد نے بخارا میں انتقال فرمایا اور امام بخاری مکہ میں طلب علم کی نیت سے مقیم رہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں قضایا الصحابہ والتابعین کتاب تصنیف کی ہے اور میں نے مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس بیٹھ کر تاریخ تصنیف کی ہے۔ آپ نے حرمین سے شام، مصر، الجزیرۃ، بصرہ، کوفہ اور

بغداد کا سفر فرمایا اور وہاں کے محدثین آپ کے خلاف معمول حافظہ اور ذہانت کی وجہ سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کو بھی مسئلہ خلق قرآن کی وجہ سے مصیبتیں اٹھانی پڑیں کیوں کہ معتزلہ کا زور تھا ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن حادث ہے مخلوق ہے امام احمد اور امام بخاری نے اس کے برعکس فتویٰ دیا کہ قرآن قدیم ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بغداد سے بددل ہو کر جب بخارا پہنچے تو وہاں کے امیر خالد نے اپنے محل میں آکر اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے امام کو فرمایا جب حضرت امام نے اس کو منظور نہ فرمایا تو اس نے آپ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ نکلتے وقت آپ نے اس کے لئے بددعاء کی جو قبول ہوئی، بخارا سے نکل کر حضرت امام نے سمرقند تشریف لے جاتے ہوئے راستہ میں خرتنگ نامی مقام پر قیام فرمایا جہاں آپ کو اطلاع ملی کہ سمرقند والوں میں بھی آپ کے موافق و مخالف دو گروہ ہو گئے اس پر آپ نے یہ دعاء کی "اللھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک" رمضان کے اخیر عشرہ میں یہ دعاء ہوئی اور عید کی شب میں آپ کی وفات ہوگئی اور بروز عید الفطر، سینیچر کے دن ۲۵۲ھ بعد نماز ظہر آپ کو خرتنگ میں دفن کیا گیا۔ عرصہ تک آپکی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی رہی

شیخ حسن الشاعر جن کا چند سال قبل سعودیہ میں انتقال ہوا اور وہ اصلاً بخاری ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خرتنگ کے علاقہ میں سیلاب آ گیا۔ خطرہ ہوا کہ پانی آپ کے مزار تک پہنچ جائے گا چنانچہ راتوں رات آپ کی قبر کو کھولا گیا تا کہ امام بخاری کو دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔ حاضرین نے حق تعالیٰ کی قدرۃ کا مشاہدہ کیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صدیوں بعد بھی ایسے ہی تھے جیسا کہ آج قبر میں رکھا گیا ہو۔

امام بخاری اور آپ کی صحیح

حضرت امام نے یہ کتاب سولہ سال کے عرصہ میں تصنیف فرمائی۔ غالباً ۲۱۷ھ میں اس کی ابتداء اور ۲۳۲ھ میں اس کی تالیف سے فراغت ہے۔ آپ نے یہ کتاب چھ لاکھ احادیث سے منتخب کر کے لکھی ہے۔ امام نووی کے قول کے مطابق بمع مکررات اس میں ساڑھے سات ہزار اور بحذف مکررات ساڑھے تین ہزار اور بقول حافظ ابن حجر مع المکررات نو ہزار اور بغیر المکررات ڈھائی ہزار احادیث ہیں۔

صحیح بخاری کے امتیازات میں سے یہ امتیاز بھی ہے کہ اسمیں ثلاثی روایات زیادہ ہیں جن کی تعداد ۲۲ ہے جن میں ۲۰ ثلاثی روایات میں امام بخاری کے استاذ یا استاذ الاستاذ حنفی ہیں۔ جیسا کہ مکی بن ابراہیم کے ترجمہ میں بھی گذر چکا ہے۔

حضرت مکی ابن ابراہیم

آپ کا اسم گرامی مکی ابن ابراہیم ابو السکن التمیمی الحنظلی ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۱۲۶ھ میں ہوئی اور سترہ سال کی عمر میں ہی طلب حدیث میں مشغول ہوا آپ کے اساتذہ حدیث میں یزید بن عبید، امام جعفر صادق، بہز بن حکیم، امام اعظم ابو حنیفہ، ہشام بن حسان اور ابن جریج وغیرہ ہیں

آپ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری وغیرہ کے اساتذہ میں ہیں۔ امام بخاری نے ثلاثی روایات آپ سے لی ہیں۔ امام نسائی، دار قطنی بھی آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کے حالات میں عبد الصمد بن الفضل البلخی فرماتے ہیں کہ میں نے خود مکی ابن ابراہیم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ساٹھ حج کئے، ساٹھ عورتوں سے نکاح کیا، دس برس مکہ میں رہا اور سترہ تابعین سے میں نے حدیثیں لکھی ہیں

ابن سعد فرماتے ہیں کہ شعبان ۲۱۵ھ میں آپ نے بلخ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۳۶۵،۳۵۹)

حضرت یزید بن ابی عبید

آپ کا نام ابو خالد یزید بن ابی عبید الاسلمی ہے

آپ اپنے مولیٰ حضرت سلمہ بن الاکوع سے بھی روایت کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد، ابن معین عجلی اور ابن سعد نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

واقدی فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں محمد بن عبداللہ کے خروج سے پہلے ۱۴۷ یا ۱۴۶ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ (کوثر المعانی اور داری صفحہ ۴۶۱)

حضرت سلمۃ ابن الاکوع

آپ کا نسب یوں ہے سلمۃ بن الاکوع سنان بن عبداللہ بن قیس بن خزیمۃ بن مالک بن سلمان الاسلمی۔ آپ بڑے بہادر اور زبردست تیرانداز تھے۔ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت عجیب ہے فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک بھیڑیئے کو دیکھا کہ وہ ایک ہرن کو پکڑے ہوئے ہے میں نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ وہ ہرن میں نے اس سے لے لیا وہ بھیڑیا بولنے لگا کہ تیرا ناس ہو اللہ نے مجھے روزی کے طور پر یہ ایک ہرن دیا تھا تیرا تو یہ حال نہیں تھا کہ تو مجھ سے یہ چھین رہا ہے تو میں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ یہ تو عجیب بات ہے کہ بھیڑیا بول رہا ہے اس پر بھیڑیئے نے کہا کہ اس سے زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے باغ میں تمھیں اللہ کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں اور تم ہو کہ بتوں کی عبادت پر مصر ہو"۔ حضرت سلمۃ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

پیادہ فوج میں سب سے امتیازی تمغہ آپ کو عطا ہوا چنانچہ ارشاد نبوی ہے "خیر رجالتنا سلمۃ بن الاکوع" یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دوگنا حصہ عطا فرمایا کہ آپ باوجود پیادہ ہونے کے سوار سے بھی دوڑنے میں سبقت لے جاتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابہ میں سے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بیعت کے موقع پر ایک مرتبہ ان کے بیعت کر لینے کے بعد دو مرتبہ خود آواز دے کر بلایا اور دوسری اور تیسری مرتبہ پھر ان سے بیعت لی۔

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد تنہائی اختیار کر لی اور ربذہ میں رہنے لگے انتقال سے چند راتیں قبل مدینہ منورہ منتقل ہو گئے اور ۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ انتقال کے وقت عمر اسی برس تھی۔

سیدالکونین فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

آقائے نامدار فخر کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف اس طرح پر ہے
محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو اس سال ہوئی جس سال ابرہہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے ۲ ماہ بعد ہی آپ کے والد ماجد عبداللہ انتقال فرما گئے۔ والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے رضاعت کے لئے اور پرورش کے لئے حضرت حلیمہ بنت ابوذویب سعدیہ کے سپرد کیا اور اس طرح تقریباً ۴ سال بنوسعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی اس کے بعد والدہ ماجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ننھیال تشریف لے گئیں اور مکہ مکرمہ واپس سفر میں ابواء نامی جگہ میں والدہ آخرت کی طرف سفر فرما گئیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال تین ماہ اور دس دن تھی۔ اس کے بعد حضرت ام ایمن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی باندی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچیں اور اب دادا عبدالمطلب کی نگرانی اور حضرت ام ایمن کی گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرورش پاتے رہے۔ یہاں تک کہ آٹھ سال کی عمر میں جد امجد کا سایہ بھی اٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی دولت چچا ابوطالب کی قسمت میں آئی۔ ۱۲ سال کی عمر میں ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ سفر میں شام لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شام کا دوسرا سفر ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کی درخواست پر تجارت کی خاطر ہوا اس سفر میں حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی۔ سفر سے واپسی کے ۲ ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہوا۔ قریش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عزت واحترام کے مقام پر تھے اسی بنا پر کعبۃ اللہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود کو

اپنی جگہ پر رکھنے کے سلسلے میں جب اختلاف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنایا گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۵ برس کی تھی۔ جب عمر شریف ۴۰ برس کی ہوئی تو غار حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی سورہ "اقراء" کا نزول ہوا اور نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی علی الاعلان توحید ورسالت کی دعوت شروع فرمائی تو مخالفت اور ایذاء رسانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام کو حبشہ ہجرت کرنی پڑی۔ اور پھر جب عمر شریف ۵۰ سال کے قریب ہوئی اور چچا ابو طالب انتقال کر گئے اور ان کے بعد حضرت خدیجہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں اور وفات پا گئیں تو مخالفین کی ایذاء رسانی انتہا کو پہنچ گئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کی طرف سفر فرمایا۔ وہاں بھی مخالفین نے یہی وطیرہ ایذاء رسانی کا اختیار کیا جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔ مکہ مکرمہ واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور عرش تک جسمانی معراج کرائی گئی اور واپسی میں پانچ نمازوں کا تحفہ ملا نمازوں کے بعد پھر زکوۃ روزہ، حج، جہاد وغیرہ فرض ہوئے اور دیگر احکام آئے۔ جب عمر مبارک ۵۲ برس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مشہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہاں دس برس اور دو مہینے قیام رہا اور ۶۳ برس اور ۳ ماہ کی عمر میں ہجرت کے گیارہویں سال میں پیر کے دن چاشت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں قبر بنائی گئی۔ پہلے جبرائیل امین اور ملائکہ نے، پھر اہل بیت نے، پھر تمام صحابہ نے مردوں، عورتوں اور بچوں نے انفرادی طور پر نماز جنازہ ادا کی اور تیسرے دن بدھ کی شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ازواج مطہرات

حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن وارضاہن

ان تین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا تھا۔ حضرت اسماء بنت نعمان، حضرت ام شریک بنت دودان، خولہ بنت خذیل۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور باندیوں میں حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان میں حضرت طیب، طاہر، ابراہیم اور قاسم ہیں۔ صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر خلیفہ بنے ڈھائی برس خلافت پر فائز رہ کر ۱۳ھ میں آپ نے وفات پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر میں مدفون ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور دس برس خلیفہ رہ کر آپ شہید کئے گئے جب کہ عمر ۶۲ برس تھی آپ کی شہادت ۲۳ھ ذی الحجہ میں ہے۔ آپ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان خلیفہ ہوئے اور گیارہ برس آپ کی مدت خلافت رہی ۳۵ھ میں آپ کو شہید کیا گیا اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ اس کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب خلیفہ ہوئے آپ کی مدت خلافت پانچ برس ہے۔ ۵۸ برس کی عمر میں ۴۰ھ میں آپ کو شہید کیا گیا اور کوفہ میں آپ کی قبر شریف ہے۔

ان خلفائے اربعہ کے بعد حضرت حسن بن علی، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، عبداللہ بن زبیر، مروان بن حکم، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک اور عمر بن عبد العزیز بالترتیب خلفاء بنے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ڈھائی برس خلیفہ رہ کر ۱۰۱ھ میں انتقال فرما گئے اور حمص میں آپ کا مزار ہے۔

وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔